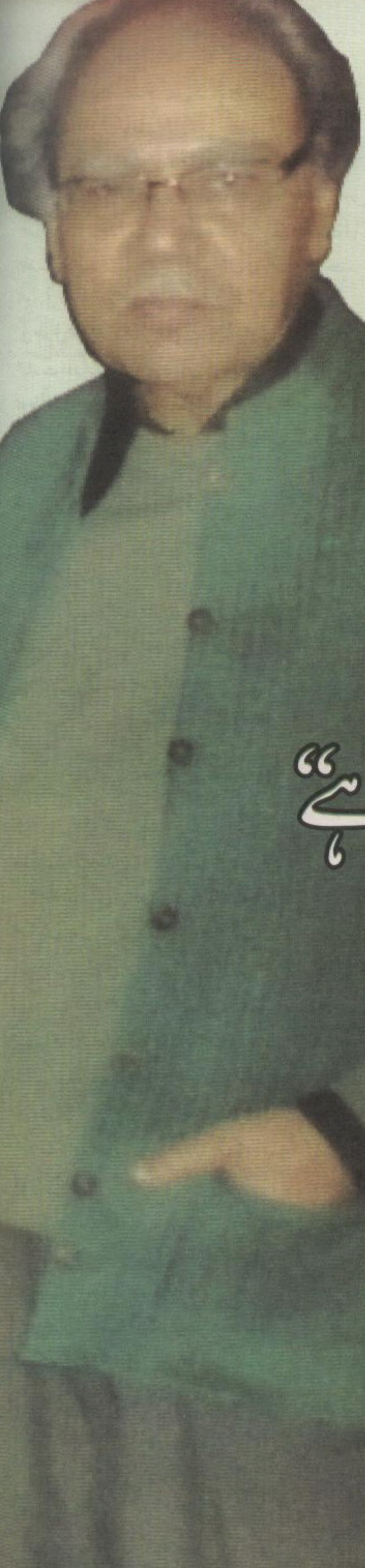

"فنا کی طور پر مجھے ابنِ صفی پسند ہے"

شاعر اور نقاد شمیم حنفی سے بات چیت

شمیم حنفی اردو کے اہم نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ڈرامہ نگار، شاعر اور ماہر تعلیم بھی ہیں۔ بچپن سلطان پور، انڈیا میں گزارا اور بعدازاں الٰہ آباد کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں فراق گورکھ پوری جیسے استاد نے آپ کے ذہن پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ وہ گذشتہ دنوں منٹو صدی کے حوالے سے ہونے والے ایک سیمینار میں شرکت کے لیے پاکستان تشریف لائے تھے، اس موقع پر ان سے خصوصی گفتگو کی گئی۔

توقیر عباس

1970ء میں آپ نے جدیدیت کی فلسفیانہ اساس کے نام سے پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ لکھا، جو دو جلدوں میں شائع ہوا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کافی عرصہ کام کیا۔ یہاں ان کی رفاقت سید وقار حسین، شہر یار، وحید اختر، آل احمد سرور، اسلوب احمد سے رہی۔ یونیورسٹی کے ماحول میں آپ نے بھرپور تخلیقی وقت گزارا۔ یہاں مباحث، کانفرنس، مشاعرے اور مذاکرے منعقد ہوتے تھے۔

بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ شمیم حنفی خود ایک اہم مصور اور فنکار بھی ہیں۔ چنانچہ ان کے حلقہ احباب میں انڈیا کے نامور مصور فنکار بھی شامل ہیں۔ شمیم حنفی نے تنقید پر کم و بیش 20 کتب تصنیف کی ہیں۔ علاوہ ازیں ڈرامے اور تراجم کے علاوہ انہوں نے بچوں کا ادب بھی لکھا۔

س: پاپولر فکشن اور ادبی فکشن کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: میں تو پاپولر فکشن کا قائل ہوں۔ اسے لوگ بس، ٹرین اور ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ پاپولر فکشن کسی نہ کسی سطح پر لوگوں کے ذوق کی تربیت بھی کرتا ہے۔ دنیا میں بہت سی اعلیٰ اور بہترین کتابیں ہیں جن کے آپ دن میں صرف دو صفحات پڑھ سکتے ہیں۔ قراۃ العین حیدر نے بھی ایسی کہانیاں لکھیں۔ انتظار حسین نے بھی ایسی تحریریں لکھیں جن پر فلم بنائی جا سکتی ہے لیکن اس سے کسی کے قد و قامت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ذاتی طور پر ابن صفی بہت پسند ہے۔ میں اسے بہت پڑھتا ہوں۔ ابن صفی کی وجہ سے لوگوں نے اردو زبان سیکھی۔ آپ شوکت تھانوی اور فیروز خان کو کس خانے پر رکھیں گے؟ سب لوگوں کے پاس اچھی بُری تحریریں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح ادبی اور مقبول تحریریں بھی بعض لوگوں کے پاس ہیں۔ میں دونوں طرح کی تحریروں سے لطف اٹھاتا ہوں۔

س: ان دنوں گھن ٹرگراس کی نظم نے تہلکہ مچایا ہوا ہے۔ آپ اس نظم کے بارے میں کیا کہیں گے؟

ج: میں نے ابھی وہ نظم نہیں پڑھی اس لیے اس حوالے سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

س: لوگ کہتے ہیں منٹو کی خوش قسمتی ہے کہ اسے حسن عسکری جیسا نقاد ملا؟

ج: حسن عسکری کی بھی خوش قسمتی ہے کہ اسے منٹو جیسا بڑا ادیب ملا۔ اُنہوں نے تو منٹو پر چند صفحات لکھے ہیں۔

میں ایسے کسی فن پارے پر بات کرنا گوارا بھی نہیں کرتا جو مجھے متاثر نہ کرے۔ منٹو کے ہاں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں، جن کی وجہ سے اسے دنیا کا بڑا افسانہ نگار نہیں کہہ سکتے لیکن وہ اردو کا سب سے بڑا افسانہ نگار ہے۔ اصل میں منٹو کے موضوعات کا ایک خاص دائرہ بن گیا تھا جس سے اس نے باہر نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

س: موجودہ برس منٹو کے نام منسوب کیا گیا ہے۔ انڈیا میں منٹو کی کیا حیثیت ہے؟

ج: منٹو سے محبت کرنے والے انڈیا میں بہت لوگ ہیں۔ منٹو کے کئی افسانوں کا ہندوستان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ صرف ہندی زبان میں منٹو کے کام کی 5 جلدیں چھپ چکی ہیں۔ پاکستان میں منٹو سے محبت کرنے والے شاید اردو کے لوگ ہوں لیکن انڈیا میں دیگر زبانیں بولنے والے بھی منٹو سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں منٹو پر بہت کام ہوا ہے۔ وہاں منٹو پر اور منٹو کے افسانوں پر ڈرامے بنائے گئے، ان کے افسانوں پر تھیٹر ہوتا ہے، منٹو پر علی گڑھ یونیورسٹی میں سیمینار ہو رہا ہے۔

مصور رام چندر نے منٹو کے افسانوں پر بہت خوبصورت مصوری کی ہے اور تصاویر بنائی ہیں۔ ان کی بنائی تصاویر بہت مہنگی ہوتی ہیں لیکن اُنہوں نے انور سجاد کو بھی ایک تصویر دی تھی۔

رام چندر نے میرے کہنے پر منٹو کا پورٹ فولیو بنایا تھا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا۔

س: تنقید میں یوں لگتا ہے کہ نظریہ سازی کا عمل مکمل ہو چکا ہے۔ اس میں اب کوئی مزید امکان نہیں ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: کسی بھی معاشرے میں تنقید کا بہت زیادہ پڑھا اور لکھا جانا، معاشرے کی بے توفیقی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی بھی نقاد کو ایک نظریے سے وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح پورے جسم کو سمجھنے کے لیے فزیشن ہونا ضروری ہے اسی طرح نقاد کو فن پارے کی زیادہ سے زیادہ جانچ اور تجزیے کے لیے ایک نظریہ تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ ایک بات اور کہ ادب کا مکمل تجزیہ ناممکن ہے۔ انڈیا میں بہت سے اچھی تنقید لکھنے والے ہیں۔ نوجوان بھی بہت اچھی طرح تنقید لکھ رہے ہیں۔ پاکستان میں ناصر عباس نیر کی تنقید اور مضامین کو لوگ شوق سے پڑھتے ہیں۔

حسن عسکری اور شمس الرحمان جہاں Impression کی بات کرتے ہیں تو بہت اچھے لگتے ہیں۔ ادب کا تجزیاتی یا معروضی مطالعہ ممکن نہیں ہے۔

س: ہندوستان میں اردو کا مستقبل آپ کیسا دیکھتے ہیں؟

ج: مجھے تو زبانوں کا پوری دنیا میں مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔ رمیسن تھاپر نے ایک پرچہ نکالا جس میں اس نے واضح طور پر کہا ہے کہ اردو زبان کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ایک مزے کی بات ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں، اور نہ ہی یہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان ہے۔ اردو کا معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ ڈاکٹر نامور سنگھ نے اردو کے خلاف ایک مضمون لکھا لیکن بعد میں اپنی رائے پر نظر ثانی کر لی۔ متعصب لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں، یہاں بھی ہوں گے لیکن زبان و ادب کے حوالے سے مجھے کسی بھی قسم کا تعصب پسند نہیں ہے۔

س: دورِ حاضر کا ایسا شاعر جس کے ہاں بڑی شاعری کا امکان ہو؟

ج: کالی داس اور غالب بڑے شاعر ہیں، آخری بڑا شاعر اقبال ہے۔ اقبال کے بعد بڑی شاعری کا سلسلہ بند ہو گیا۔ البتہ مجید امجد اور ن م راشد مجھے بہت پسند ہیں اور مجھے اکثر مجید امجد کے کئی اشعار اور نظموں کے ٹکڑے یاد آتے ہیں جنہیں میں دہراتا رہتا ہوں۔

میں روز ادھر سے گزرتا ہوں کون دیکھتا ہے
میں جب ادھر سے نہ گزروں گا کون دیکھے گا

پہلے مجھے مجاز اور ساحر اچھے لگتے تھے، اب وہ اتنے اچھے نہیں لگتے۔ اچھا لکھنے والے تو بہت سے ہیں لیکن اُن میں بڑی شاعری کے امکانات معدوم ہیں۔

س: آپ کا مؤقف ہے کہ ہندوستان میں جدیدیت کا انجذاب نہیں ہوا۔ وہاں مابعد جدیدیت کی صورتِ حال کیا ہے؟

ج: جدیدیت کے جو معنی میرے ذہن میں تھے وہ اردو میں نہیں تھے۔ چونکہ جدیدیت مغرب میں شروع ہوئی، ہمارے ہاں لوگوں نے جدیدیت کو ابہام اور غیر سیاسی سمجھا، گویا ہمارے ہاں ابہام اور غیر سیاسی جدیدیت ہے۔ یہ اصطلاحیں کسی فکر کو بیان نہیں کر سکتی ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت ہمارے ہاں مغرب سے الگ ہوتی، لیکن ایسا نہیں ہو پایا۔ یہاں اقلیتوں کے جذبات کو شعر و نظم کیا جاتا، لیکن ایسا نہ ہو پایا۔ یہاں جارحیت اور علیحدگی کا احساس شدید ہے۔ یہاں جنسی تحریکیں چلیں، سب میں کسی نہ کسی حد تک جارحیت تھی۔ ہم مغرب کی ریل میں سفر کرتے ہیں، ان کی ایجادات سے استفادہ کرتے ہیں لیکن اُن جیسی روشن خیالی نہیں اپناتے۔

ہمارا ماڈرن ازم یہ تھا کہ ہم روشن خیالی اور وسیع النظری اختیار کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں جدیدیت کا صحیح انجذاب نہیں ہوا، تو ما بعد جدیدیت تو بعد کی بات ہے۔

س: پاکستان کے حوالے سے آپ کی پسندیدگی کا محور و مرکز صرف کراچی کے شعرا و ادبا ہیں۔ اس میں کتنی حقیقت ہے؟

ج: جب پاکستان بنا تو میں اتنا بڑا تھا کہ صحیح طور پر اس کا تجزیہ کر سکتا تھا کہ تقسیم کے بعد کیا ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ آ رہے ہیں اور کچھ لوگ جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ میں واہگہ بارڈر سے پاکستان آیا تو مجھے اس دن احساس ہوا کہ تقسیم کے وقت کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو 200 فٹ کا فاصلہ طے نہ کر پائے۔ تاریخ کی اپنی منطق ہوتی ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں۔ لاہور میرا پسندیدہ شہر ہے کہ یہ پرانا ہے۔ یہاں سبزہ ہے، باغات ہیں اور تاریخ ہے۔ دلی میں بھی بہت سبزہ ہے، باغات ہیں۔ دلی کی خوبی یہ ہے کہ وہاں کئی صدیاں آباد ہیں۔ دلی اب آٹھویں بار آباد ہوئی ہے لیکن اس کے آٹھوں بار کے آثار موجود ہیں۔ کراچی بھی مجھے اچھا لگتا ہے کہ وہاں میرے عزیز دوست ہیں لیکن ادب میں تقسیم نہیں کر سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ پاکستانی ادب، ہندوستانی ادب سے مختلف ہے۔ ادب میں بہر حال ایک مشترکہ وحدت تو ہوتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ قراۃ العین حیدر کے بارے میں تو سوچیں لیکن انتظار حسین کے بارے میں نہ سوچیں۔ میر و غالب کی بات کریں اور اقبال کو نظر انداز کر دیں۔ ایسا ممکن ہی نہیں۔ نظم کی بات کریں، مجید امجد، اختر الایمان اور ن م راشد کا نام نہ لیں۔ یہ ناممکن ہے ■

میں پاپولر فکشن کا قائل ہوں۔ اسے لوگ بس، ٹرین اور ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ پاپولر فکشن کسی نہ کسی سطح پر لوگوں کے ذوق کی تربیت بھی کرتا ہے۔ دنیا میں بہت سی اعلیٰ اور بہترین کتابیں ہیں جن کے آپ دن میں صرف دو صفحات پڑھ سکتے ہیں۔ قراۃ العین حیدر نے بھی ایسی کہانیاں لکھیں۔ انتظار حسین نے بھی ایسی تحریریں لکھیں جن پر فلم بنائی جا سکتی ہے لیکن اس سے کسی کے قد و قامت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ذاتی طور پر ابن صفی بہت پسند ہے۔ میں اسے بہت پڑھتا ہوں۔ ابن صفی کی وجہ سے لوگوں نے اردو زبان سیکھی۔ آپ شوکت تھانوی اور فیروز خان کو کس خانے پر رکھیں گے؟ سب لوگوں کے پاس اچھی بُری تحریریں مل جاتی ہیں

میں پاپولر فکشن کا قائل ہوں۔ اسے لوگ بس، ٹرین اور ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ پاپولر فکشن کسی نہ کسی سطح پر لوگوں کے ذوق کی تربیت بھی کرتا ہے۔ دنیا میں بہت سی اعلیٰ اور بہترین کتابیں ہیں جن کے آپ دن میں صرف دو صفحات پڑھ سکتے ہیں۔ قراۃ العین حیدر نے بھی ایسی کہانیاں لکھیں۔ انتظار حسین نے بھی ایسی تحریریں لکھیں جن پر فلم بنائی جا سکتی ہے لیکن اس سے کسی کے قد و قامت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ذاتی طور پر ابن صفی بہت پسند ہے۔ میں اسے بہت پڑھتا ہوں۔ ابن صفی کی وجہ سے لوگوں نے اردو زبان سیکھی۔ آپ شوکت تھانوی اور فیروز خان کو کس خانے پر رکھیں گے؟ سب لوگوں کے پاس اچھی بُری تحریریں مل جاتی ہیں